صفحہ تفسیر

قرآنی معارف وحقایق

(از جناب مولوی عبدالغفار صاحب حسن عمرپوری فاضل مدرسہ رحمانیہ دہلی واستاذ جامعہ رحمانیہ بنارس)

ذیل میں مصر کے مشہور عالم استاذ محمد عبدہ کی بلند پایہ تفسیر کے ایک حصہ کا ترجمہ درج ہے جس میں علامہ موصوف نے سورہ والضحیٰ . . . . کے معانی ونکات نہایت بلیغانہ انداز میں بیان کئے ہیں، اگر موقعہ ملا تو آئندہ انشاءاللہ اس تفسیر کے دوسرے حصوں کا بھی ترجمہ پیش کیا جائے گا ، (حسن)

(بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی، قسم ہے آفتاب کی روشنی کی اور رات کی جبکہ سکون پر ہو۔ ضحی کے معنی ہیں سورج کی روشنی جبکہ دن اپنی جوانی کی منزل طے کر رہا ہو، رات کے سکون سے مقصود یہ ہے کہ تمام مخلوق خواب استراحت میں محو ہوجاتی ہے ساری فضا پر سناٹا چھا جاتا ہے۔ اور ہر قسم کی چہل پہل ہنگامہ آرائیاں خموشی سے بدل جاتی ہیں ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی﴾ تمہارے رب نے نہ تم کو چھوڑا اور نہ تم سے ناراض ہوا ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ بیشک تمہارے کام کی انتہا ابتدا سے بہتر ہے ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی﴾ حق تعالیٰ عنقریب تم کو اپنی نوازشوں اور بے پایاں عنایتوں سے مالامال کرے گا کہ تم خوش ہوجاؤ گے۔ یعنی وحی کا سلسلہ شروع ہوگا جس سے تم اور تمہاری قوم روشنی پائیگی۔ دین کو غلبہ اور عروج حاصل ہوگا، مسلمان دنیا کی قوموں کے امام اور رہنما بنینگے۔

تمام روایات کا اتفاق ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ ابتدائے نبوت میں کچھ عرصہ وحی نازل ہوئی پھر سلسلہ بند ہوگیا جس کی بنا پر کہا گیا کہ محمدؐ کے خدا نے اسکو چھوڑ دیا ہے اور اس سے ناراض ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو نازل فرماکر تسکین واطمینان دلایا۔ ارشاد باری ہوا کہ جس نے تم کو ابتدائی زندگی میں طرح طرح کی نعمتوں اور نوازشوں سے مالامال کیا وہ اب کیسے بے یار ومددگار چھوڑے گا۔ اس کی رحمت وشفقت جس طرح پہلے تمہارے شامل حال تھی ویسے ہی آئندہ بھی رہیگی۔ اس لئے ان نعمتوں کے شکریہ میں ہمارے احکام بجالاؤ انہی احکام کی تفصیل ﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ سے شروع کی گئی ہے یہاں پر یہ نکتہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابتداء بعثت میں کلام الٰہی کا لطف اٹھایا تو ایسا چسکا لگا کہ وحی کی بندش آپ پر نہایت شاق گذری، اور آپ کا اشتیاق روز بروز بڑھتا گیا، ساتھ ہی ساتھ قلق اور بے تابی بھی تھی کہ یہ مبارک سلسلہ کیوں رک گیا۔

ظاہر بات ہے کہ آپ بشر تھے ایسے موقعہ پر بیقراری اور قلق کا ظہور فطرتی امر ہے۔ دوسرے انسانوں سے آپ کے امتیاز اور فوقیت کی وجہ صرف وحی ربانی ہے ورنہ آپ میں اور دوسرے لوگوں میں نفس بشریت کے اعتبار سے

کوئی فرق نہ تھا۔ اس حقیقت کو بار ہا قرآن مجید نے بیان کیا ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلَيَّ الخ (کہف ع ۱۲) اے محمد اعلان کردو کہ میں تو تم جیسا انسان ہی ہوں (ہاں اتنا شرف مجھے حاصل ہے) کہ میری طرف وحی کا نزول ہوتا ہے صحیح روایت میں ہے کہ آپ کو وحی کی بندش کا اسقدر صدمہ تھا کہ کئی بار آپ پہاڑ کی بلند چوٹیوں پر تشریف لے گئے تاکہ وہاں سے گر کر اپنی شمع حیات گل کردیں لیکن بروقت فرشتہ کی آمد نے آپ کو اس ارادہ سے باز رکھا اس واقعہ کی پوری تفصیل سورۂ علق میں آئے گی۔

مذکورہ بالا روایت سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرتؐ کو کس قدر قلق اور ملال تھا۔ وحی کے نزول کیلئے کس طرح آپ بیتاب و بیقرار تھے اسی لئے حق تعالیٰ نے تسلی دی اور پریشان و غمگین دل کو سکون بخشا اور فرمایا کہ یہ تاخیر ناراضگی اور خفگی کی بنا پر نہ تھی۔ اسی مفہوم کو پورے طور پر ذہن نشین کرانے کیلئے ابتدائے سورۃ میں آفتاب کی روشنی اور رات کے سکون کی قسم ذکر کی گئی۔ اور بتلایا گیا کہ قلب نبوت پر وحی کی پہلی چمک بمنزلہ آفتاب کی روشنی کے ہے کہ جس سے تمام مخلوق نشوونما پاتی ہے۔ وحی کی جلوہ افروزیوں کے بعد جو بندش ظہور میں آئی وہ بمنزلہ رات کے ہے جس کے سناٹے میں تمام مخلوق راحت و آرام حاصل کرتی ہے اور آئندہ سرگرم عمل ہونے کیلئے اپنے آپ کو مستعد اور چست بناتی ہے۔ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں نزول وحی کے وقت نہایت سخت تکلیف محسوس کی اور آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس اس حال میں آئے کہ آپ کے شانے کانپ رہے تھے۔ اور آپ بار بار زَمِّلُوْنِي زَمِّلُوْنِي (مجھے کمبل اوڑھاؤ مجھے کمبل اوڑھاؤ) فرما رہے تھے۔

پھر کچھ عرصہ کیلئے وحی کی بندش اس لئے ہوئی کہ آپ آئندہ کیلئے پوری طرح مستعد و تیار ہوجائیں۔ اور وحی کے مسلسل نزول کیلئے قلب مبارک میں کامل ثبات و قرار پیدا ہوجائے اس صورت میں حق تعالیٰ کا آپ کی بعثت سے جو مقصد تھا وہ پوری طرح رونما ہوا۔ اسی لئے فرمایا وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ دوسری حالت پہلی حالت سے بہتر ہے۔ یعنی وحی کا دوبارہ سلسلہ پہلی بار سے خوش تر ہے۔ کیونکہ اس سے دین کمال کو پہنچیگا، اور خدا کی نعمت سب کو اپنے آغوش میں لے لیگی۔ وحی کی ان دونوں حالتوں میں وہی فرق ہے جو اجمال و تفصیل میں ہوتا ہے۔ شروع میں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ (اپنے پروردگار کے نام سے پڑھو) سے باری تعالیٰ کی ربوبیت و خالقیت سے روشناس کیا گیا اور بعد میں عقائد و احکام کی تفصیل بیان ہوئی۔ اسی معنی کی تاکید کیلئے فرمایا وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ گویا آنحضرتؐ کو ابھی تکمیل و اتمام کا انتظار تھا، اور اس کے حصول کیلئے نہایت مشتاق تھے۔ آپ کا دل بغیر تکمیل دین کے راضی نہ تھا لیکن وحی کی بندش سے اس تکملہ کے نزول میں دیر ہوگئی تو آپ کا دل فرط شوق سے بےچین ہوگیا۔

حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ جس کا تم کو بےتابی سے انتظار ہے وہ ضرور عطا ہوگا اور اتنا عطا ہوگا کہ تم راضی ہوجاؤ گے، اور مسلمانوں کے عظیم الشان مجمع میں پوری مسرت و انبساط کے ساتھ یہ ربانی اعلان سناؤ گے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ

اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (مائدہ ع ۱) آج میں نے دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کر لیا۔ یہ وعدہ بیس سال سے کچھ زیادہ عرصہ میں پورا ہوا اسی لئے " سوف " استعمال کیا گیا۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ٥ کیا خدا نے تم کو یتیم نہیں پایا پس پناہ دی، اس آیت کا انداز بیان کلام عرب کے محاورہ کے مطابق ہے یعنی تم یتیم بیکس تھے خدا نے تم کو اپنے آغوش رحمت میں جگہ دی۔ آپ نے یتیمی کے زمانے میں بھی دُرِّ یتیم کی طرح پرورش پائی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی والد انتقال کر چکے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے دادا عبد المطلب اور دائی حلیمہ کے سینے آپ کی محبت والفت سے لبریز کر دیئے، ان دونوں نے پوری توجہ کے ساتھ آپ کی پرورش کی۔ آٹھویں سال میں قدم رکھا تھا کہ یہ شفیق مشفق دادا بھی چل بسے۔ عبد المطلب کی وصیت کے مطابق ابو طالب آپ کے چچا نے کفالت کا بار اٹھایا، بچپن میں پوری توجہ سے نگہداشت کی اور بلوغت کے بعد بھی انتہائی محبت وشفقت سے پیش آئے۔ نبوت کے اعلان کے بعد بھی حمایت واعانت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ابو طالب کی وفات کے بعد قریش آنحضورؐ کی ایذا رسانی پر دلیر وبیباک ہو گئے۔ ایسے وقت میں ہجرت کا حکم ہوا اور آپ نے مدینہ طیبہ میں جا کر پناہ لی۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اب اس آیت میں غور کرو اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ٥

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ٥ خدا نے تم کو حیران پایا پس راہ دکھلائی۔ آنحضرتؐ نے موحدانہ حالت میں نشو ونما پائی کبھی کسی بت کے سامنے سر نہ جھکایا اور نہ کسی حیا سوز مفسد اخلاق منظر کی طرف نگاہ اٹھائی۔ اسی بنا پر قوم میں امین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ شرک اور خواہش نفس دونوں قسم کے ضلال (گمراہی) سے آپ بہت دور تھے۔ ابتداء عمر سے حق تعالیٰ نے آپ کو دونوں گمراہیوں کی آلائشوں سے بچایا تاکہ آپ کا مرتبہ قوم میں بلند ہو اور آپ کے پسندیدہ اخلاق وعادات سے گمراہ لوگ اثر پذیر ہو کر اپنے دلوں کو ایمان کی روشنی سے منور کریں، لیکن ضلال کی صرف یہی دو صورتیں نہیں ہیں بلکہ چند قسمیں اور بھی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ نجات کی راہ مشتبہ ہو جائے اور حیرت وتردد کی وجہ سے بہت سی راہوں میں سے ایک راہ کا انتخاب نہ ہو سکے۔ آنحضورؐ کو مشرکانہ رسوم کی بنا پر اپنی قوم کا دین ناپسند تھا یہودیت ونصرانیت یہ دونوں مذہب آپ کے سامنے تھے دونوں توحید کے دعویدار تھے اور ہر ایک میں نبی کی شریعت موجود تھی۔

غور کا مقام یہ تھا کہ ان دونوں دینوں میں سے کسی ایک دین کو اختیار کرنے میں فلاح ونجات مل سکتی ہے۔ ان دونوں مذہبوں کے صرف ظاہری دعاوی آپ کے سامنے تھے۔ اُمّی ہونے کی وجہ سے آپ عقائد واحکام کی تفصیل سے ناآشنا تھے اور جو خرابیاں مشرکین عرب میں تھیں ان سے یہ مذاہب بھی پاک نہ تھے۔ شرک اور فسادِ اخلاق کی آلائشوں سے ان کا دامن آلودہ تھا۔ ان حالات میں یہ دونوں مذہب بھی منزلِ مقصود تک پہنچانے کے قابل نہ تھے۔ ایک طرف یہ حیرت تھی دوسری طرف عرب کی سیاسی معاشرتی اخلاقی پستی دیکھ کر تردد رہتا تھا۔

عقائد کی خرابی، عقل کی کمزوری، وہم کا غلبہ، رسم ورواج کی بندشیں فواحش کا زور، ان تمام بیماریوں نے ان کے

شیرازہ کو پراگندہ اوران کی جمعیت کو منتشر کیا ہوا تھا، خون ریزی، سفاکی اور ظلم وستم حق تلفی نے ان کو وحشت و بربریت کا مجسمہ بنادیا تھا۔ اخلاق پست ہوگئے تھے، تہذیب وادب سے ناآشنا تھے۔ اس پراگندہ حالی سے اغیار نے فائدہ اٹھا کر ان پر غلبہ پایا۔ اور جس طرح چاہا ان کو پیسا۔

عرب کے ایک حصہ پر حبش وایران کا تسلط تھا اور دوسرے گوشہ پر رومیوں کی حکومت تھی۔ عرب کو ذلت سے نفرت تھی لیکن اس کے اسباب سے الفت، تباہی اور بربادی سے بھاگتے تھے مگر چلتے اسی راہ پر جو ان کو ہلاکت کے سمندر میں ڈبو دے۔ ان حالات میں ایک ایسے انسان کے دل میں کیا جذبات پرورش پاسکتے ہیں جو سراپا رحمت اور غمگسار وغمخوار ہو۔ عقائد واعمال کی اصلاح کیسے ہو؟ سوئی ہوئی قوم کس طرح بیدار ہو، شرک اور فساد اخلاق کی تاریک بدلیاں کس طرح چھٹیں۔ یہی وہ تردد ہے جس میں آپ ہر لحہ غرق رہتے، یہی وہ پریشانی تھی جس نے آپ کے آرام کو تلخ کردیا تھا۔ یہی وہ حیرت ہے جو خدا کے برگزیدہ بندوں کے دلوں میں انسانی فلاح وسعادت کے احساسات کو جگاتی ہے۔ یہی وہ ظلمت ہے جو خدا کی راہ میں چلنے والوں کے سامنے حائل ہوتی ہے لیکن حق تعالیٰ اپنے نور جبیں کے ذریعہ اس ظلمت کے پردے کو چاک کردیتا ہے اوران کے دل عزم، ثبات اور یقین کی روشنی سے جگمگانے لگتے ہیں یہی وہ درجہ ہے جس سے انبیاء کرام کی مقدس جماعت ہی سرفراز ہوسکتی ہے۔ اسی حیرت کو اس مقدس سورۃ میں "ضلال" کہا گیا ہے۔ موحد اس روشنی کے پانے سے پہلے حیران ہوتا ہے کہ اپنے خالق کو کس طرح پہچانے اور اس کی صفات عالیہ کا تصور کیونکر کرے؟

آنحضورؐ آفتاب نبوت کے طلوع ہونے سے پہلے اسی حیرت سے نجات پانے کیلئے غار حرا میں خلوت گزیں ہوتے اور نور ہدایت طلب فرماتے تھے یہ سلسلہ برابر جاری رہا یہانتک کہ وحی کی روشنی نے خانۂ دل کے گوشوں کو چمکا دیا بجائے حیرت کے یقین اور بجائے پریشانی کے اطمینان نصیب ہوا۔ اب نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کو تاریکی سے نکالنے اور پستی سے ابھارنے کیلئے آپ پر نجات وفلاح کی راہیں بے نقاب ہوگئیں۔

بتاؤ اس نعمت سے بڑھکر بھی کوئی نعمت ہوسکتی ہے، وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى ۝ اسی مفہوم کو سورۂ شوریٰ میں یوں بیان فرمایا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝ (پ۲۵ س شوری ع۵) اسی طرح ہم نے اپنے احکام کی وحی تم پر اتاری، تمہیں کیا خبر تھی کہ ایمان کیا ہے اور کتاب کسے کہتے ہیں لیکن ہم نے اس وحی کو نور بنایا اس کے ذریعہ جسکو چاہتے ہیں سیدھی راہ دکھلاتے ہیں، تم اسی راہ کو بتلاتے ہو جو خدا کی راہ ہے جس کے لئے زمین وآسمان کی کائنات ہے۔ خبردار! سب کاموں کا انجام خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔" ضال" کی یہ صفت آپ کے لئے باعث تحقیر نہیں بلکہ موجب رفعت وعزت ہے آپ عالم نہ تھے رب نے آپ کو سکھلایا، آپ وحی سے ناآشنا تھے اس علم اکبر نے

آپ کو روشناس فرمایا۔
وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى، تم کو مفلس محتاج پایا پس خوشحالی بخشی، عائل کے معنی فقیر اور مفلس کے ہیں، آنحضورؐ کیلئے اس صفت کا بیان واقع کے مطابق ہے، آپ کے والد نے صرف ایک اونٹنی اور لونڈی میراث میں چھوڑی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو تجارت میں نفع بخشا اور حضرت خدیجہؓ کی دولت سے بھی کشادگی اور فراخی عطا فرمائی۔ بھلا بتلاؤ تو سہی جس نے تمہاری بیکسی اور یتیمی کی حالت میں دستگیری کی جس نے حیرانی وتردد کی وادیوں سے نکالکر رشد وہدایت کی شاہراہ پر کھڑا کردیا جس نے افلاس وتنگدستی کے بجائے خوشحالی اور فارغ البالی بخشی وہ کیسے آپ کو آئندہ بے یار ومددگار چھوڑ سکتا ہے جس نے تنگدستی کی کڑواہٹ چکھی ہو اس پر واجب ہے کہ خوشحالی پانے کے بعد تنگدستوں فاقہ زدوں کا غمگسار ودردمند بنے، ان کے دکھ درد کیلئے اپنے دل میں تڑپ اور جذبہ ہمدردی محسوس کرے۔

آنحضورؐ یتیم تھے حق تعالیٰ نے یتیمی کی بیکسی آپ سے دور فرمائی اور آپ کو اپنی آغوش رحمت میں پناہ دی، کیا آپ پر واجب نہ تھا کہ اس احسان کے شکریہ میں ہر یتیم کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور اس کی مصیبتوں میں غمخوار وچارہ گر بنیں اسی لئے فرمایا فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ یعنی اے محمدؐ اسی لئے یتیم کو ذلت وحقارت سے نہ دیکھو بلکہ اس کو ادب وتہذیب سکھاؤ فضائل اخلاق سے آراستہ کرو تاکہ وہ جماعت کا رکن بن سکے جماعت اس سے فائدہ اٹھائے اور وہ جماعت کیلئے مفید ثابت ہو۔ اگر اس کی تربیت نہیں کی گئی اس کی نگہداشت سے غفلت برتی گئی تو اس کی بدعادتوں کے جراثیم پوری قوم کو برباد کردینگے۔

افسوس! قوم کو احساس نہیں کہ یتیموں کی تربیت میں سستی اور بے پرواہی برتنے سے کسقدر خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اس کا احساس ہوجائے تو آج ہماری بہت سی شخصی اور اجتماعی بیماریاں دور ہوسکتی ہیں۔ اسی طرح اگر ہر شخص یہ یقین کرلے کہ اس کو موت کا نشانہ بننا ہے نہ معلوم کب وہ موت کے آہنی پنجوں کی گرفت میں آجائے تو کبھی بھی اولاد کی تربیت واصلاح میں تساہل نہ برتے بلکہ اپنی پوری کوشش اور دولت اولاد کو ادب وتہذیب سکھانے، ہنرمند بنانے کیلئے صرف کرڈالے باپ کے مرنے پر یتیم بچے رشتہ داروں کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں۔ اگر مال ودولت چھوڑ کر مرا ہے تو دوسرے ہضم کرجاتے ہیں اور اگر غربت ہے تو کوئی پوچھتا بھی نہیں ۔

آنحضرتؐ حیران تھے اللہ تعالیٰ نے حیرت واضطراب کی دلدلوں سے نکالکر آپ کے دل کو انوار ہدایت سے جگمگایا۔ اس احسان کا شکریہ یہی ہے کہ حیرانوں کو تسکین اور طالبین ہدایت کو منزل مقصود کا پتہ بتلایا جائے اسی لئے فرمایا وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ سائل کو مت جھڑکو سائل سے مراد وہ ان پڑھ ہے جو پڑھنا چاہتا ہو اور وہ ناواقف ہے جو سیکھنا چاہتا ہو۔ طالب صدقہ فقیر مسکین مراد نہیں ہے، اسلئے کہ یہ جملہ وَوَجَدَكَ ضَالًّا کے مقابلہ میں لایا گیا ہے اگر سائل سے مراد فقیر مسکین ہوتا تو اس کو وَوَجَدَكَ عَائِلًا کے مقابلہ میں بیان کیا جاتا۔ نیز آنحضورؐ نے کبھی کسی سے

صدقہ خیرات طلب نہیں کی۔ آپ کی شان اس سے بہت بالاتر ہے۔ یہاں تو اس قسم کے سائل کو ڈانٹنے سے منع کیا جا رہا ہے جیسے آپ خود پہلے تھے یعنی "طالب ہدایت" لاتنھر کے معنی یہ ہیں کہ کوئی مسئلہ پوچھنے آئے۔ کسی آیت کو سمجھنا چاہے تو جھڑکو نہیں بلکہ نرمی خندہ پیشانی سے اس کی علمی پیاس بجھاؤ خواہ وہ عقل کا کمزور ہو، نادان ہو بے سمجھ ہو، اس کے بار بار پوچھنے سے تیوری پر بل نہ آنے پائے کیونکہ تم خود حیران رہ چکے ہو لہذا تم کو دوسرے متحیرین سائلین سے لطف وعنایت سے پیش آنا چاہیے، سائل کی تفسیر میں لوگوں نے بہت سی بے بنیاد حدیثیں گھڑلی ہیں جن کا سر نہ پیر، آنحضرت ﷺ کی شان ان سے کہیں زیادہ بلند تر ہے۔

بخیل کنجوس کی عادت ہے کہ وہ اپنی دولت اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو لوگوں سے چھپا کر رکھتا ہے تاکہ کوئی اسکو کنجوسی پر الزام نہ دے سکے۔ لیکن سخی فیاض ایسا نہیں کرتا وہ خدا کی نعمت کو اس کی راہ میں بے پرواہی کیساتھ خرچ کرتا ہے اور بخل کی وجہ سے اپنا مال چھپاتا نہیں ہے بلکہ حق تعالی کی حمد وثنا کے گیت گا گا کر ان نعمتوں کو بے نقاب کرتا ہے اسی لئے فرمایا وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنی فقراء مساکین پر رب کی دی ہوئی نعمت خرچ کر کے اس کے فضل وکرم کا اظہار کرو۔

جسکو اللہ تعالی نے تنگ حالی کے بجائے خوشحالی بخشی اسکو لازم ہے کہ تنگدستوں غمزدوں پر اپنی دولت نچھاور کر دے۔ تحدیث نعمت سے مقصود اظہار فخر وعظمت نہیں، یہ چیز آپ کے مرتبہ سے بہت پست ہے اور آپ کا درجہ اس سے بہت بلند۔ اگر اظہار فخر مقصود ہوتا تو آپ اپنی دولت کو گن گن کر رکھتے اور لوگوں سے بیان کیا کرتے لیکن یہاں تو آپ نے اس ارشاد ربانی سے دوسرا ہی حکم سیکھا تھا کہ جو کچھ بھی ہوتا خدا کی راہ میں لٹا دیتے اور خود بھوکے سو رہتے۔ کہا جاتا ہے کہ نعمت سے مراد نبوت ہے لیکن آیات کا سیاق وسباق بتلا رہا ہے کہ یہ آیت وَوَجَدَكَ عَائِلًا کے مقابلہ میں ہے لہذا نعمت سے مراد خوشحالی ہے۔ واللہ اعلم

مخزن علم وادب ہے مدرسہ رحمانیہ

شمس گیاوی

مدرسوں میں ہے معزز مدرسہ رحمانیہ
واہ وا رکھتا ہے کتنا مرتبہ رحمانیہ

دوڑتے آتے ہیں اکثر تشنگان علم وفن
ہر طرف سے سن کے شان مدرسہ رحمانیہ

بھر ہی دیتا ہے ہر اک کا دامن شوق علوم
کس قدر ہے مخزن جود وسخا رحمانیہ

یہ کرامت یہ شہامت دیکھ کر طلاب علم
دل ہی دل میں کہہ رہے ہیں مرحبا رحمانیہ

جو بھی آتے ہیں وہ کہتے ہیں یہی بے ساختہ
واقعی ہے خادم دین وھدی رحمانیہ

الغرض کیا پوچھتے ہو اس کے فیض عام کو
مخزن علم وادب ہے مدرسہ رحمانیہ

کیوں نہ پھر دیگر مدارس پر فضیلت ہو اسے
جبکہ علم وفضل کا ہے رہنما رحمانیہ

شکر ہے میں بھی ہوں مدت سے یہاں مرہون فیض
ہو رہا ہوں فیضیاب مدرسہ رحمانیہ

شمس کی یہ ہے دعا آخر میں رب دو جہاں
دائم وقائم رہے یونہی سدا رحمانیہ